جنوری 2022

ماہنامہ

سبق پھر پڑھ

لاہور

بیاد

بابائے خلافت، چودھری رحمت علی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

ال عمران چوہدری

دارالسّلام

تمام مسلم ممالک کو ملا کر کرۂ ارض پر معرضِ وجود میں آنے والی عظیم تر اسلامی مملکتِ واحدہ کا نام

الخلافۃ

تحریکِ عظمتِ اسلام

لٹریچر دستیاب ہے (بالکل فری)

آپ اپنی تعلیم، پتہ اور دنیا میں دینِ حق کو سر بلند کرنے میں آپ کی تڑپ کے متعلق ایک مختصر جملہ بھیج کر درج ذیل لٹریچر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔

نام	صفحات
1- اسلام پر کیا گزری	16
2- نظامِ خلافت ہی کیوں؟	16
3- ہماری سمت درست نہیں	16
4- خلافت، فیوض و برکات	08
5- ہمارا تعارف اور ہدف	04

نوٹ:

1- ان پمفلٹس کا صرف ایک سیٹ منگوا سکتے ہیں۔

2- پتہ صاف ستھرا اور واضح لکھیں تاکہ ڈاک کا مسئلہ نہ ہو۔

3- خود بغور پڑھیں اور آگے کسی دوسرے کے حوالے کریں۔

4- طلبا و طالبات کو ترجیح دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ: دارالسلام (4 - 29 / B) واپڈا ٹاؤن لاہور موبائل: 0300 - 8425428

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر ۔۔۔ مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر

سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں ۔۔۔ دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بَلِّغْ

مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ

مُدیر

چودھری رحمت علی مرحوم بابائے خلافت

نوٹ

1۔ عطیات وواجبات بینک الحبیب لمیٹڈ کی برانچ واپڈا ٹاؤن، لاہور کے اکاؤنٹ نمبر 4-01-101 0040-0081-000 میں جمع کروائیں۔

2۔ ''سبق پھر پڑھ'' کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر آپ اپنے ہاں مفت یا قیمتاً تقسیم کر کے اشاعتِ دین کے فرضِ منصبی سے عہدہ براء ہو سکتے ہیں۔

3۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون

فی شمارہ :-/30 روپے
سالانہ :-/300 روپے

بیرونِ پاکستان منگوانے کے خواہشمند حضرات علیحدہ رابطہ کریں۔

اے اللہ! ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو مسلمانانِ عالم کو دنیا میں بالا کر دیں، جو تیرے دین کو غالب کر دیں

سبق پھر پڑھ

ماہنامہ لاہور۔ پاکستان

جلد:30 شمارہ:01 جمادی الثانی 1443ھ جنوری 2022ء

اس شمارے میں

☆اداریہ: اھدِنَــا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ (6)--------04
☆اسلامی نظام کیا ہے؟-------------13
☆لبرل ازم نفس کی غلامی ہے----------16
☆مسلمانوں کی موجودہ پستی کا حقیقی سبب---------20
☆آج کے مسلمان نوجوان کا مقدمہ-----------23

مقامِ اشاعت

چودھری ال عمران پبلشر نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دارالسلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور سے شائع کیا

CPL NO. 91

CPL NO. 91

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمنِ الرَّحِيۡم

اهدِنَــــا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ(6)

یہ سورۃ فاتحہ کی پانچویں آیتِ مبارکہ ہے جو کہ تین الفاظ پر مشتمل ہے۔ یہ الفاظ اتنے جامع اور وسیع معنی رکھتے ہیں کہ ان کو الفاظ میں بیان کرنا انتہائی مشکل ہے۔ جس کا بظاہر مفہوم تو کچھ یوں بنتا ہے کہ اے اللہ رب العزت ہمیں ہدایت (راہنمائی) فرماویں صراطِ مستقیم کی۔ اب صراطِ مستقیم کیا ہے؟؟ اس کا معلوم کرنا بہت ضروری ہے۔ تو یہ بھی ہمیں اللہ رب العزت ہی قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں۔

۱۔ إِنَّ اللَّـــهَ هُوَ رَبِّی وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيمٌ (64)۔ (الزخرف:64)

ترجمہ! بلا شک وشبہ اللہ رب العزت وہ ہیں جو میرے اور آپ کے رب العزت (حاکم) ہیں ان کی ''عبادت'' کرو یہی صراطِ مستقیم ہے۔

۲۔ قُلۡ إِنَّنِی هَدَانِی رَبِّی إِلَى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيمٍ دِيناً قِيماً مِّلَّةَ إِبۡرَاهِيمَ حَنِيفاً وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِينَ(161)۔

ترجمہ! '' آپ اعلان فرما دیں! کہ مجھے میرے اللہ رب العزت نے صراطِ مستقیم (عبادتِ الٰہی) کی ہدایت (راہنمائی) فرمائی ہے کہ میں یکسوئی سے اقامتِ دین کروں ابراہیم کے طریقہ کے مطابق اور مشرکین میں شامل نہ ہوں''۔

۳۔ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ 5) ۔سورۃ البینہ۔

ترجمہ! ''اللہ رب العزت کا اس کے علاوہ کوئی حکم نہیں کہ اللہ رب العزت کی ''عبادت'' کرو یکسوئی سے خالص اللہ رب العزت کے دین کو زندگی میں اپناتے ہوئے۔

۴۔ إِنَّـا أَنـزَلْـنَـا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصاً لَّهُ الدِّينَ (2) أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (3) سورۃ الزمر۔

ترجمہ! ”اے نبی ﷺ ! ہم نے یہ کتاب دینِ حق کے ساتھ آپ کے پاس بھیجی ہے۔لہذا میری ”عبادت“ کرو خالص میرے دین کو اپناتے ہوئے۔خبردار! (زندگی کا نظام) خالص دین اللہ رب العزت کا حق ہے۔

یعنی اللہ رب العزت کی عبادت (اقامتِ دین) کرنا سیدھا راستہ ہے۔عبادت کے متعلق ہم تفصیل سے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں دیکھ چکے ہیں۔اب ہم نے یہاں یہ دیکھنا ہے کہ اس ہمارے مقصدِ زندگی ”عبادت“ کو کس طرح اللہ رب العزت کی راہنمائی میں ادا کرنا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں قرآن میں کیا ہدایت وراہنمائی کرتے ہیں۔اللہ رب العالمین فرماتے ہیں۔

الم (1) ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (2) (سورۃ البقرہ:1)۔

ترجمہ: الف' لام' میم۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔لیکن یہ ہدایت (راہنمائی) دیتی ہے متقین کو۔(یعنی جو لوگ اللہ رب العزت کی نافرمانی سے بچتے ہوئے دینِ اسلام میں زندگی گزارتے ہیں)۔

صراطِ مستقیم:

دنیا میں جتنے نظریات' ازم یا نظام جو کہ انسان کے خودساختہ ہیں ان کے لیے کوئی اخلاقی اصول یا ضابطۂ اخلاق نہیں ہے۔جن کو انسانوں کے لیے عملی زندگی میں اپنانے کی ضرورت ہو۔وہ صرف انسانی حقوق کے زبانی دعویٰ دار ہیں۔فرائض پر بات ہی نہیں کرتے اور نہ انسانوں کے اخلاق وعادات کو سنوارتے ہیں بلکہ مادر وپدر آزادی کا درس دیتے ہیں۔ان کے پاس صرف انسانوں کو دھوکہ دینے کے لیے کوئی نہ کوئی شیطانی چال یا جال ہوا کرتا ہے۔یا پھر صرف اور صرف مال ودولت اور لوٹ کھسوٹ کے روپیہ پیسہ کے زور پر سارا نظام چلتا ہے۔جس کو انسانوں/لوگوں کی خرید وفروخت کے ذریعہ چلایا جاتا ہے جو کہ صرف ظاہری چمک دمک' مال ودولت کی ریل پیل

اور شان و شوکت کے مرہونِ منت ہیں۔ اس کے لیے وہ انسان جو کہ نظام باطل کا دعویٰ کرنے والے ہیں خواہ وہ زانی، جھوٹے، دغاباز، شرابی، سود کے لین دین میں ڈوبے ہوئے، NRO کے پروردہ، قاتل، چور، مکار، ڈاکو، قوم و ملک کے لٹیرے، قرض خور، ظالم جاگیردار، وڈیرے، ملک و قوم کو تباہ کرنے والے بیرونی دشمنوں کے ایجنٹ اور غیر ملکی بہروپیے ہی کیوں نہ ہوں بلکہ یہ خوبیاں اور ہنر ان کی اہلیت و قابلیت کی پہچان ہوتے ہیں۔ جیسے کہ پنجابی میں کہتے ہیں کہ ''چور اُچکا چوہدری تے غنڈی رن پردھان'' یعنی جتنا بڑا ''چور/ ڈاکو اتنا بڑا سیاست دان'' یہی لوگ اس باطل خود ساختہ نظاموں میں کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔

اس لیے جب انسان/لوگ دینِ اسلام کے اصولوں کے مطابق اپنے معاملاتِ زندگی نہیں نپٹاتے تو اس کا نتیجہ انتشار و افتراق ہی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل پرست قوم کے راہنما انسانوں/لوگوں کو تقسیم در تقسیم کر کے رکھتے ہیں اور تمام انسان شیطان ابلیس کے جال میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی نصرت و حفاظت سے نکل جاتے ہیں۔ شیطان جن و انس ان پر مسلط ہوتے ہیں۔ انسانوں میں وحدت و یکجہتی نہیں رہتی۔ ہر انسان اپنی مرضی یا شیاطین کے اصولوں پر چلتا ہے۔ شیاطین ان کی راہنمائی کرتے ہیں بلکہ القاء کرتے ہیں۔ وہ انسان راہِ مستقیم کی بجائے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ **''لَا تَعْبُدُ الشَّیْطٰنَ''** کہ شیطان کی عبادت نہ کریں لیکن انسان کے اوپر شیطان مسلط ہوتا ہے وہ شیطان کی عبادت کرتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **''وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوت''** یعنی طاغوت سے اجتناب کرو/ بچو لیکن انسان طاغوت کے پھندے/ جال میں پھنستا چلا جاتا ہے۔

جب کہ نظامِ اسلام / دینِ اسلام کے دعویٰ کرنے والوں کے لیے اللہ رب العزت نے یہ شرائط لگائی ہیں کہ وہ ایمان اور اعمالِ صالح کے پابند ہونگے اور دنیا میں زندگی رب العزت کے اصولوں اور ضابطوں کے مطابق گزاریں گے۔ وہ اپنے من مرضی / خود ساختہ اصولوں اور قوانین کو نہیں اپنا سکتے۔ اسی لیے فرمایا کہ:

''ہم نے آپ کو یعنی تمام انسانوں کو خلائف بنا کر بھیجا ہے۔ اور تمام انسانوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے' یعنی درجہ بندی کی ہے۔ تا کہ تمہیں آزمائیں کہ کون اپنے اپنے دائرہ اختیار/وسائل میں جو کہ ہم نے عطا کیے ہیں ہمارے اصولوں اور ضوابط کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔'' (سورۃ الانعام:٦ کی آخری آیات)

تمام انسان خلیفہ بنا کر بھیجے گئے ہیں یعنی ہر آدمی / انسان اپنی اپنی جگہ پر جواب دہ ہے۔ وہ اپنی زندگی من مرضی یا خود ساختہ نظام / قوانین / آئین بنا کر نہیں گزار سکتا ہے۔ وہ اس بات کا پابند ہے کہ اللہ رب العزت کے دین / نظام زندگی / آئین / قوانین / کتاب کے مطابق زندگی گزارے اور ہر آدمی اپنے اپنے دائرہ اختیار میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیارات / ذرائع وسائل و رزق اور انسانوں کا جواب دہ ہے۔ کہ اس نے کس طرح اللہ رب العزت کے دیئے ہوئے ضابطہ قانون کے مطابق برتاؤ' سلوک کیا اور معاملات زندگی نپٹائے۔

اس لیے اللہ رب العالمین نے فرمایا کہ **''اُدْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَآفَۃً''** کہ اے انسانوں پورے کے پورے دینِ اسلام / اسلام کے نظامِ زندگی میں داخل ہو جاؤ یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ تم دینِ اسلام کے کچھ قوانین کو تو تسلیم کرو اور اپناؤ اور کچھ کو چھوڑ دو۔ بلکہ ہر معاملہ زندگی کا فیصلہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے مطابق کرو اور اپنی زندگی گزارو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم میں سے ہر ایک آدمی اپنے گھر کا' بیوی اپنے گھر اور بچوں کی اور یہاں تک غلام / خادم اپنے دائرہ اختیار میں مسئول ہے۔''

اسی لیے جو بھی انسان اسلام لانے کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ اسلام کے قوانین وضوابط کو ماننے' تسلیم کرنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کا پابند ہے۔ وہ اپنی مرضی کے خود ساختہ قوانین / ضوابط / آئین کے مطابق زندگی نہیں گزار سکتا۔ اس لیے دینِ اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ ایک مسلم جھوٹا نہیں سچا ہوتا ہے۔ چور نہیں سعد ہوتا ہے۔ زانی نہیں بے داغ ہوتا ہے۔ لوگوں کے حقوق غصب کرنے والا نہیں بلکہ لوگوں کے حقوق دینے والا ہوتا ہے۔ بد امن اور قتل وغارت گری کرنے

والا نہیں امن پسند اور امن دینے والا ہوتا ہے۔فحاشی وعریانی پھیلانے والا نہیں بلکہ متقی و پرہیز گار ہوتا ہے۔ڈاکو اور لٹیرا نہیں لوگوں کو تحفظ دینے اور جان و مال اور عزت و آبرو کا رکھوالا ہوتا ہے۔ظلم کرنے والا نہیں بلکہ ظالم اور ظلم کو روکنے والا ہوتا ہے۔خائن نہیں امانت دار ہوتا ہے۔منکرات و سیئات سے بچنے والا اور معروف و اعمالِ صالح پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ناپ تول صحیح اور پورا کرنے والا اور لوگوں میں انصاف بانٹنے والا' بے سہارا لوگوں' یتیموں' مسکینوں' راہ گیروں' مسافروں کو لوٹنے والا نہیں بلکہ ملجا و ماویٰ ہوتا ہے۔عزیز و اقارب' ہمسایوں کے حقوق غصب کرنے والا نہیں بلکہ ہمدرد اور حقوق کا تحفظ اور اپنے فرائض کو سرانجام دینے والا ہوتا ہے۔والدین کا گستاخ و نافرمان نہیں بلکہ احسان و بھلائی کرنے والا اور وفادار و خدمت گزار ہوتا ہے۔میاں اور بیوی کی شکل میں ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے والا نہیں بلکہ ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کو پورا کرنے والا ہوتا ہے۔اور پھر تمام لوگ مسلم ہونے کا دعویٰ کرنے والے انتشار و افتراق کا شکار نہیں ہوتے بلکہ تمام کے تمام متحد و یک جان ہو کر دینِ اسلام کی رسی / اصولوں کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور اس پر کار بند ہو کر اپنے معاشرے میں عملاً دینِ اسلام قائم/نافذ کرتے ہیں۔اور **'وَاعۡتَصِمُوا بِحَبۡلِ لِلّٰهِ جَمِيعاً'** کی عملی تصویر اور نقشہ پیش کرتے ہیں۔یہی صراطِ مستقیم ہے۔اسی راستہ پر چل کر دینِ اسلام / نظامِ اسلام کو قائم / نافذ کر کے اللہ احکم الحاکمین کا حکم پورا کرتے ہیں یہی اللہ کی حاکمیت کا قیام / قیامِ خلافت اور عبادتِ الٰہی ہے۔جو انسان پر دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے فرض اور ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔جس کے لیے کل قیامت کے روز انسان جواب دہ ہے۔

1- فرمایا رب ذوالجلال نے کہ

وَكَيۡفَ تَكۡفُرُونَ وَأَنتُمۡ تُتۡلَى عَلَيۡكُمۡ آيَاتُ اللّهِ وَفِيكُمۡ رَسُولُهُ وَمَن يَعۡتَصِم بِاللّهِ فَقَدۡ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيمٍ (101)يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواۡ اتَّقُواۡ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنتُم مُّسۡلِمُونَ (102)وَاعۡتَصِمُواۡ بِحَبۡلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواۡ وَاذۡكُرُواۡ

نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَاءً فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِ إِخۡوَانًا وَكُنتُمۡ عَلَىٰ شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنۡهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ **(103)**

''آخر تمہارے پاس کفر (قرآنِ مجید، دینِ اسلام کے انکار) کرنے کا جواز کیا ہے؟ جبکہ اللہ رب العزت کے احکامات تمہیں سنائے جا رہے ہیں اور ان کے رسول ﷺ تمہارے پاس موجود ہیں اور جو اللہ رب العزت کا دامن مضبوطی سے تھامے گا وہ ضرور راہِ راست (صراطِ مستقیم) پا لے گا۔ اے ایمان لانے والو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ اور سب مل کر (متحد ہو کر) اللہ کی رسی (قرآن) کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ (فرقہ بندی نہ کرو) بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے (جانی) دشمن تھے تو اللہ رب العزت نے اپنی مہربانی سے تمہارے دلوں میں محبت پیدا فرما کر بھائی بھائی بنا دیا، حالانکہ تم (دشمنی میں) دوزخ کے کنارے پہنچ چکے تھے لیکن انہوں نے تمہیں اس میں گرنے سے بچا لیا۔ اس طرح وہ تمہارے سامنے اپنے احکامات واضح فرماتے ہیں تاکہ تم راہِ راست پاؤ۔'' (آلِ عمران: ۳/۱۰۱-۱۰۳)

خلاصہ......صراطِ مستقیم:

فرمانِ رسول اللہ ﷺ کچھ یوں ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے گھر کا، بیوی اپنے بچوں کی اور گھر کی اور یہاں تک کہ خادم / غلام اپنے دائرہ کار / اختیار کا مسئول ہے۔ قیامت کے روز اُن سے حساب کتاب لیا جائے گا۔ یعنی کہاں تک ہر ایک نے اپنے دائرہ اختیار میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات / کتاب / دینِ اسلام کے اصول وضوابط کے مطابق زندگی گزاری۔

اسے کچھ یوں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ:

''ہم نے آپ کو یعنی تمام انسانوں کو خلائف بنایا ہے۔ اور تمام انسانوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ یعنی انسانوں کی درجہ بندی کی ہے بحوالہ اختیارات کے۔ تاکہ تمہیں

آزمائیں کہ کون اپنے اپنے دائرہ اختیار/ دائرہ کار/ وسائل و ذرائع و رزق میں جو ہم نے عطا کیے ہیں ہمارے قوانین/ دینِ اسلام/ کتاب/ اصول وضوابط کے مطابق زندگی گزارتا ہے۔ (یعنی تمام انسان اپنے چھوٹے سے چھوٹے یونٹ گھر سے لے کر محلّہ، گاؤں، ٹاؤن، شہر، صوبہ اور ملک تک اپنے اپنے دائرہ کار/اختیار کے مطابق مسئول ہیں۔ قیامت کے روز ان سے پوچھا جائے گا)۔ اسی صراطِ مستقیم کو درجِ ذیل قوانینِ وضوابط میں محدود کیا گیا ہے جنہیں اللہ رب العزت کی حدود و قیود کہا جاتا ہے۔ جس میں سب سے اوّلیت رسول اللہ کے اسوۂ حسنہ کو حاصل ہے۔ لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مقرر کردہ حدود/ قوانین وضوابط جسے شریعت کہا جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ رب العزت کا حکم ہے کہ طاغوت (نظامِ باطل و باطل پرست حکمرانوں) کا انکار کرو۔

۲۔ ابلیس، شیطان کے نقشِ قدم (خطوات) پر نہ چلو۔

۳۔ دینِ اسلام کو قبول کرو اور پورے کے پورے اس میں داخل ہو جاؤ۔

۴۔ دینِ حق پر ایمان لاؤ گے تو پھر اللہ رب العزت کا مضبوط سہارا اور (قرآن سے نور) راہنمائی ملے گی۔

۵۔ اللہ رب العزت کا دامن مضبوطی سے تھامنا یعنی '**اَطِیۡعُوا اللّٰہ**' اللہ رب العزت کی اطاعت تم پر فرض ہے۔ احکاماتِ الٰہی کی پابندی کرنا۔ اللہ رب العزت سے بالغیب ڈرنا۔

۶۔ تاحیات دینِ اسلام کے حدود/ قوانین وضوابط کی پابندی کرنا۔

۷۔ دینِ اسلام (نظام)/ کتاب/ خلافت کی اقامت میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ (دین کے قیام میں اختلاف نہ کرنا)

۸۔ تمام انبیاء ورسل کو ماننا اور رسول اللہ (محمد ﷺ) کی اطاعت اور مدد کرنا۔

۹۔ اللہ رب العزت نے جو ذرائع و وسائل و رزق دیئے وہ اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنے (قیامِ دین وخلافت) میں خرچ کرنا۔

۱۰۔ لوگوں کی اکثریت کے کہنے، گمان، قیاس پر نہ چلنا ہے۔ وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے۔

۱۱۔ تیرا مرنا' جینا' نماز اور تمام مراسمِ عبودیت سب اللہ رب العزت کے دین / کتاب / خلافت کے قیام کے لیے ہیں۔ یہی اللہ سبحانہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

۱۲۔ اللہ رب العزت کا مجھے حکم ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام میں داخل ہو جاؤں۔

۱۳۔ اللہ رب العزت نے عہد لیا تھا کہ صرف میری عبادت کرنا۔ شیطان کی عبادت نہ کرنا' وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (طاغوت سے اجتناب کرنا)

۱۴۔ آپ کے رب ذوالجلال نے یہ پابندیاں اور حدود مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

(i) اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ (یعنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ رب العزت کی کتاب / دین / خلافت قائم کرو' اس کا انکار ہی شرک ہے)

(ii) والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ ان کے سامنے اُف تک نہ کرو اور جھک کر رہو۔ اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔

(iii) اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں ان کو بھی دیں گے۔

(iv) بے شرمی و بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ' خواہ کھلی ہوں یا چھپی۔

(v) کسی کی جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ رب العزت نے حرام کیا ہے۔ مگر حق کے ساتھ (نظامِ حق کے لیے) (خواہ یہودی' عیسائی' سکھ' ہندو ہو)

(vi) یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ سنِ رشد کو پہنچ جائے۔

(vii) ناپ تول میں پورا انصاف کرو' پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو' یہ اچھا طریقہ ہے۔ اور بلحاظِ انجام بھی بہتر ہے۔

(vii) رشتہ داروں کو ان کا حق دو، مسکین اور مسافروں کو ان کا حق دو۔ فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

(x) اگر حاجت مندوں' رشتہ داروں' مسکینوں اور مسافروں سے تمہیں کترانا ہو تو اس بنا پر کہ ابھی تم اللہ رب العزت کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو' تلاش کر رہے ہو تو انہیں نرم جواب دو۔

(xi) نہ اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔ (یعنی کنجوسی اختیار کرو اور نہ ہی سب کچھ لٹا دو)

(xii) زنا کے قریب نہ جاؤ۔ وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ ہے۔

(xiii) کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ' کان اور دل سب سے باز پرس ہونی ہے۔

(xiv) زمین میں اکڑ کر نہ چلو' تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑ کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

(xv) جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔

(xvi) اللہ رب العالمین کے عہد کو پورا کرو (یعنی اللہ کی حاکمیت/دین / کتاب/ خلافت/ قوانین وضوابط کو قائم کرو)

<u>درج بالا امور کے سیئات کے پہلو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ (ناپسندیدہ ترین) ہیں۔</u>

دوسرے الفاظ میں اللہ رب العزت کے درجِ بالا قوانین وضوابط کا انکار/یا ان کا راستہ روکنا اللہ تعالیٰ کو برداشت نہیں ہے۔ لہٰذا خبردار! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بنانا۔ (یعنی کسی اور کے قوانین/ آئین خود ساختہ اپنی زندگی میں قائم اور نافذ نہ کرنا) ورنہ جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے' ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محروم کردیا جائے گا۔ یہ حکمت کی باتیں تمہیں اللہ رب العزت نے ہدایت کی ہیں۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ رب العزت کے راستے سے ہٹا کر تمہیں گمراہ کردیں گے۔ یہ ہے وہ ہدایت جو ہمارے رب العالمین نے تمہیں کی ہے۔ شاید کہ تم کج روی/ گمراہی سے بچو۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اور یہی روڈ میپ ہے۔ جو ہم نے بلکہ پوری انسانیت نے اختیار کرنا ہے۔

اھدنا صراط المستقیم زبان سے ادا کر کے اللہ رب العزت سے ہدایت و راہنمائی کی استدعا کرتے ہیں کہ یا اللہ بزرگ و برتر آپ ہی ہمیں راہنمائی فرماویں کہ کس طرح آپ کی عبادت (حاکمیتِ الٰہی' دین وخلافت قائم) کریں۔

اسلامی نظام کیا ہے؟

......محمد لطیف کھوکھر

اسلامی نظام کا قیام وقت کی ایک اہم ترین ضرورت بھی ہے اور مسلمانوں کا فریضہ بھی۔ اسلامی نظام کا قیام دورِ حاضر میں انسانیت کو درپیش مسائل و مشکلات کے حل کا ضامن اور تحریک اسلامی کا نصب العین ہے۔ اسلامی نظام ہی دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا واحد راستہ اور ذریعہ ہے۔ بلاشبہ آج دنیا فکری اور معاشرتی بحران کا شکار ہے۔ اس کے نظاموں اور حالات میں انتشار برپا ہے۔ نظامِ حکومت ہو یا نظامِ حیات' سب قلق و اضطراب سے دوچار ہیں اور دنیا کے بہت سے ملکوں میں موجودہ حالات سے ناراض لوگوں کو ان سیاسی اور معاشرتی نظاموں کو تباہ و برباد کرنے کا سنہری موقع حاصل ہے۔ اس لیے کہ ان نظاموں کی بنیادیں ہل گئی ہیں اور وہ فنا کے قریب ہیں' یہاں تک کہ ان ملکوں میں بھی جو اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کے نظام مستحکم ہیں اور انہیں اتنی مادی قوت حاصل ہے کہ وہ ان نظاموں کا دفاع کر سکتے ہیں۔ لیکن نظاموں کا دفاع توپ' ٹینک' ایٹم بم' فوج اور پولیس کے ذریعے نہیں ہوسکتا۔ وہ اس لیے زندہ رہتے ہیں کہ معاشرتی زندگی کی فطری ضرورت اور انسانی ضمیر کی شعوری ضرورت کی تکمیل کرتے ہیں لیکن جب یہ دونوں بنیادیں مفقود ہوں تو لوہے اور آگ کی طاقت کو کبھی دوام نہیں مل سکتا۔ یہ حقیقت زندگی کی تمام عبرتوں سے عیاں ہے اور پوری تاریخ میں کبھی جھٹلائی نہیں جاسکی ہے۔

اس لیے ہم جب اسلامی زندگی کے آغاز اور اسلامی معاشرے کے قیام کی طرف دعوت دیتے ہیں تو دراصل تباہ کن معاشرتی جھٹکوں سے بچنا اور اپنی زندگی کو سخت زمین میں گہری بنیادوں پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ عقیدہ اور فکر کی ایسی بنیادوں پر جو متزلزل نہ ہوسکیں۔ ساتھ ہی ہم اپنے لیے اور ان تمام لوگوں کیلئے جو طریقہ اختیار کریں مثالی انسانی معاشرہ میں مثالی زندگی چاہتے

ہیں۔ اسلام کا نظامِ معاشرت آج دنیا میں واحد وہ نظام ہے جو صحیح معنوں میں ''بین الاقوامیت'' کی فکر پر مبنی ہے۔ اس لیے کہ وہ واحد نظام جو اجازت دیتا ہے کہ اس کے زیرِ سایہ تمام قومیتیں، تمام زبانیں اور تمام عقائد امن کے ساتھ رہ سکیں۔ وہ ان سب کے درمیان مطلق عدل قائم کرتا ہے۔ البتہ اسلامی نظام کسی مخصوص ڈھانچے اور کسی جامد شکل وصورت کا نام نہیں ہے جسے لا کر لوگوں کے سامنے رکھ دیا جائے اور ہر زمانے اور ہر جگہ پر اٹھا کر فٹ کر دیا جائے۔ اس کے برعکس اسلامی نظام ایک لچکدار اور فطری نظام ہے، جو انسانی سماج کی ترقی اور بہتری کیلئے کچھ بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ ان ہی بنیادوں پر غور وفکر کر کے ہر زمانے اور ہر جگہ کے موافق ایک خوبصورت، قابل عمل اور بے مثال نظام وجود میں آئے گا۔ گویا جمود وتعطل کی بجائے ایک زندہ، متحرک، فطری اور دلائل پر مبنی اسلامی نظام کے ہم علمبردار ہیں۔ ہمارے پاس بہت ہی منتخب اور نتیجہ خیز خام مال موجود ہے، اب ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ زمانے اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو عملی شکل دیں اور اس سے راہنمائی حاصل کریں۔

ہم ایک ایسے نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں جس میں حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ کسی انسان، کسی طبقہ یا کسی جماعت کی نہیں۔ اس طرح حقیقی مساوات روبہ عمل آتی ہے۔ اس میں کسی حکمراں کو عام شہری سے بڑھ کر حقوق حاصل نہیں۔ اس میں کوئی شخصیت قانون سے بالاتر نہیں۔ اس میں عوام اور خواص یا وزراء اور غیر وزراء کیلئے الگ الگ عدالتیں نہیں ہوتیں۔ اس میں حکمران اعلیٰ عدالت میں ایک عام شہری کے برابر کھڑا ہوتا ہے۔ دونوں میں کوئی تمیز نہیں برتی جاتی۔ کسی کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جاتا ہم ایک ایسے نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں جس میں حکومت اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ تمام لوگوں کیلئے آزادی عقیدہ اور آزادی عبادت کا اثبات کریں جن میں غیر مسلموں کو اپنے پرسنل لاء کے مطابق عمل کرنے کی اجازت ہو اور تمام شہریوں کو بغیر کسی فرق وامتیاز کے حقوق حاصل ہوں۔ ہم ایک ایسے نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کے زیرِ سایہ دنیا کی تمام قومیتیں اور نسلیں آزادی اور مساوات کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہیں۔ اس کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں خواہ وہ کالے ہوں یا گورے، سرخ ہوں یا زرد، کسی بھی نسل کے ہوں، کسی بھی رنگ کے ہوں اور کوئی بھی زبان بولتے ہوں۔ اس لیے کہ سب

انسانی رشتہ کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ان میں کوئی نسلی امتیاز ہے نہ کسی کو دوسرے پر برتری حاصل ہے۔ہم ایک ایسے نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں جس میں عام شہریوں کو قومی دولت میں مشترکہ حق حاصل ہے۔اس لیے کہ اس میں ملکیت اصلاً جماعت کی ہے جو اللہ کی نائب ہے۔ہم ایک ایسے نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں جو وسیع معانی میں اجتماعی باہمی کفالت پر مبنی ہے۔اس میں جب تک دوسرے شخص کے پاس اس کی ضرورت سے زائد مال ہے کوئی شخص بھوکا پیاسا نہیں رہ سکتا۔یہی نہیں بلکہ اس میں کفالت باہمی کا دائرہ وسیع ہے۔اس میں جماعت ہر فرد کے بارے میں جواب دہ ہے کہ اسے کام کیلئے تیار کرے، اس کیلئے کام فراہم کرے اور کام کے دوران اس کی دیکھ بھال رکھے...... پھر جب وہ ضرورت مند ہو یا بے کار ہو یا کسی وجہ سے کام سے معذور ہو تو اس کی کفالت کرے۔اس کفالت میں عقیدہ نسل یا گروہ کا کوئی امتیاز نہیں۔

ہم اس نظام کے داعی ہیں جس کے بین الاقوامی تعلقات ان تمام لوگوں کے ساتھ صلح اور دوستی پر قائم ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ جنگ نہیں کرتے، زمین میں فتنہ وفساد برپا نہیں کرتے اور انسانوں پر ظلم نہیں کرتے۔وہ صرف سرکش، فسادی اور ظالم لوگوں ہی کے خلاف جنگ برپا کرتا ہے۔کسی خطۂ زمین میں اس نظام کا قیام پوری انسانیت کیلئے انحطاط وزوال، ہلاکت اور تخریب سے محفوظ رہنے کی ضمانت ہے۔اس لیے کہ تاریکیوں اور بگولوں کے درمیان اس کی حیثیت مینارہ نور کی ہے جس کے ذریعے انسانیت کو ہدایت مل سکتی ہے اور وہ امن وسلامتی کے ساحل سے ہم کنار ہو سکتی ہے۔

انسانیت آج ایک دوراہے پر کھڑی ہے۔افکار میں اضطراب، رجحانات میں پراگندگی اور نظاموں میں انتشار برپا ہے۔پھر اگر ایسا اخلاقی نظام برپا ہو جائے جو عدل وانصاف، اطمینان وسکون اور آزادی ومساوات کا ضامن ہو تو انسانیت یا کسی گروہ کو اس سے کیا پریشانی لاحق ہے؟ آج انسانی معاشروں کیلئے عقیدہ ناگزیر ہے۔مغربی ماشروں میں عقیدہ کا خلا انسانیت کو مادیت کے گڑھے کی طرف کشاں کشاں لیے جا رہا ہے۔یہ مغربی معاشرے اس حادثہ کو پیش آنے سے نہیں روک سکتے۔اس لیے کہ وہ کسی عقیدہ کا مقابلہ کرنے کیلئے صرف اک طاقت کا سہارا لیتے ہیں، البتہ ہم خود کو اس حادثے سے بچا سکتے ہیں۔ہمیں وہ موقع حاصل ہے جس سے اہلِ مغرب محروم ہیں۔ہم اپنے معاشرتی نظام کو ایک طاقت ور، ہمہ گیر اور مکمل عقیدہ پر قائم کر کے ایک بہترین معاشرے کی تشکیل کر سکتے ہیں۔

لبرل ازم نفس کی غلامی ہے

.......عابد محمود عزام

پاکستان میں بھی لبرل ازم کی بابت بہت کچھ پڑھا' سنا اور کہا جاتا ہے۔ اقتدار اعلیٰ سے لے کر عام آدمی تک' دینی اداروں سے لے کر عصری تعلیمی اداروں تک' الیکٹرانک میڈیا سے لے کر پرنٹ و سوشل میڈیا تک لبرل ازم کا موضوع وقتاً فوقتاً زیر بحث آتا رہا ہے۔ لبرل اور مذہبی حلقوں میں اسی موضوع کو لے کر چپقلش بھی چلتی رہتی ہے۔ لبرل ازم ہے کیا اور یہ نظام کیا چاہتا ہے؟ اس حوالے سے ہم یہاں بات کریں گے۔ لبرل ازم میں ہر فرد اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی میں بالکل آزاد ہے اور وہ اپنے نظامِ زندگی کو وضع کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ انسان کی بحیثیت فرد آزادی' ذاتی مصروفیات کے اظہار اور ترقی میں مذہب و ریاست سمیت کسی بیرونی مداخلت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ کوئی اللہ کو مانتا ہے تو بالجبر اسے روکا نہیں جا سکتا۔ اگر کوئی نہیں مانتا تو اس سے بالجبر نہیں منوایا جا سکتا۔ لوگ اپنے معاملات میں آزاد ہیں۔ وہ جو سیاسی و معاشی نظام چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ وہ جس طرح بھی رہنا چاہیں ان کی مرضی ہے۔ وہ جو پہننا چاہیں' ان پر کوئی روک نہیں۔ لبرل ازم کے مطابق ریاستی نظام کے قوانین صرف انسانی عقل و فکر کی روشنی میں تشکیل دیے جاتے ہیں۔ ریاست اگر عوام کو شراب پینے کی اجازت دیتی ہے تو کسی مذہب کو اجازت نہیں کہ اس قانون کو چیلنج کر سکے۔ لبرل ریاست میں زنا' سود' شراب نوشی جائز ہے۔ مذہب کے متعین کردہ جرائم کا اطلاق ریاستی نظام پر نہیں ہوگا۔

لبرل ازم کے کچھ اصول اور کئی مطالبات ہیں' جن میں کچھ کا نفاذ معاشرے اور ملک کی ترقی کا رستہ ہموار کر سکتا ہے اور کئی کو مسترد کیے بنا چارہ نہیں۔ لبرل ازم کی بنیاد دو اصولوں آزادی اور مساوات پر رکھی گئی ہے۔ آزادی سے مراد یہ ہے کہ انسان ایک فرد کی حیثیت سے ہر طرح سے

آزاد ہے۔کوئی مذہب‘ الہامی‘ روحانی ہدایت‘ فلسفہ یا ریاست وقانون اسے اس کی آزادیوں سے محروم نہیں کرسکتا۔ انسان کی حیثیت برتر ہے۔ انسان کے سوا کسی کی حاکمیت اعلیٰ تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ لبرل مفکرین کہتے ہیں کہ لبرل ازم کا مقصد مذہب کی آزادی ہے‘ مذہب سے آزادی نہیں۔ انسانوں کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ جو بھی اچھا برا عقیدہ چاہیں‘ اختیار کریں۔ کسی کو کوئی مسلک پسند ہے‘ اختیار کرلے۔کوئی بھی مذہب اپنانا چاہے تو اپنا لے۔ عقیدے اور مذہب کے معاملے میں کسی فرد پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ زبردستی کسی کو کوئی مذہب قبول نہیں کروایا جا سکتا اور نہ ہی زبردستی کوئی مذہب چھڑوایا جا سکتا ہے۔ اگر تو بات ایسے ہی ہے جیسے ان کی طرف سے بتائی جاتی ہے‘ اس سے کوئی مسئلہ نہیں‘ لیکن حقیقت اس سے مختلف ہے۔ حقیقت میں لبرل ازم میں اللہ اور مذہب کے ضابطے‘ قوانین اور اصولوں سے آزادی‘ بلکہ مخالفت کا اظہار کرکے مذہب سے آزادی کا اعلان کیا جاتا ہے لیکن ان کی طرف سے یہ غلط بیانی کی جاتی ہے لبرل ازم میں مذہب کی آزادی ہے۔

لبرل ازم میں مساوات کا اصول بھی بہت اہم ہے۔ تاہم اس کی اطلاقی حیثیت اور عملی کیفیت ابھی تک وہ نہیں ہے جو آزادی کے اصول کو دی جا چکی ہے۔ صنف‘ ذات‘ رنگ‘ نسل‘ علاقہ‘ زبان‘ مذہب‘ عقیدہ یا خیال کی وجہ سے کسی مرد یا عورت کو دوسروں سے کم تر یا برتر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کسی مرد یا عورت کو اس کی صنف کی بنیاد پر حقوق‘ مراعات‘ کردار‘ کام‘ مواقع اور امکانات سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں‘ لیکن اس کی آڑ میں عملی طور پر اور بہت کچھ غلط کیا جاتا ہے۔ لبرل طبقات ہم جنس پرستی‘ زنا بالرضا اور اسقاطِ حمل کی بھی حمایت کرتے ہیں۔ طلاق‘ نکاح‘ ازدواجی تعلق کی بنا پر مرد اور عورت کو اکٹھے رہنے‘ الگ ہو جانے‘ جنسی تعلق قائم کرنے یا نہ کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ میرا جسم میری مرضی بھی لبرل ازم کی ہی دین ہے۔ لبرل طبقات جس کی کھل کر حمایت کرتے ہیں۔ ان کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ عورت کو بھی اپنی پسند سے کھانے‘ پہننے‘ رہنے اور اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا اختیار ہونا چاہیے‘ یہ ان کا بنیادی حق ہے‘ لیکن اس نعرے کی آڑ میں مذہب کی کئی اہم تعلیمات پر تنقید کی جاتی ہے۔ نکاح تک کو فضول رسم قرار دیا جاتا

ہے۔نیم عریاں لباس کی آزادی کے نام پر بے حیائی اور بے راہ روی کو فروغ دیا جاتا ہے۔ مذہبی طبقات اور اسلامی تعلیمات پر تنقید کرنا ان کیلئے معیوب نہیں ہے لیکن مذہبی طبقے کی طرف سے اپنی رائے کا اظہار کرنا انہیں انتہا پسندی اور شدت پسندی لگتا ہے۔اسلام مخالف ظالم قوتوں کے خلاف بات سننا ان سے برداشت نہیں ہوتا لیکن دنیا میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف ایک لفظ بھی ان کے منہ سے نہیں نکلتا۔لبرل ازم نعرہ تو ہر قسم کی آزادی کا لگاتا ہے لیکن اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں کہ لبرل ازم خود مادہ کی عبادت اور ہوائے نفس کی غلامی ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ لبرل ازم اور اسلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسلام انسان کو جن اصولوں کا پابند کرتا ہے' لبرل ازم کے اصول بھی تو وہی ہیں' حالانکہ لبرل ازم اور اسلام دو الگ الگ نظریات ہیں۔لبرل ازم تو انسان کی عقل اور خواہش کو ہر چیز پر مقدم رکھتا ہے' جبکہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے' جو سیاسی' عدالتی' معاشی' اقتصادی' تعلیمی اور ہر شعبہ زندگی کیلئے اصول وضوابط متعین کرتا ہے اور ان اصولوں پر عمل کرنا ضروری قرار دیتا ہے۔اسلام کے نزدیک انسان آزاد بلکہ اللہ کا بندہ ہے۔ بندہ اپنے آقا کے احکام بجالانے کا پابند ہے۔اللہ اس کائنات کا خالق ہے۔اسی نے انسان کو تخلیق کیا اور اس کائنات کو بھی کسی مقصد کیلئے تخلیق کیا ہے۔انسان کہیں سے آیا ہے اور اس نے کہیں جانا ہے۔موت زندگی کا اختتام نہیں' ایک عہد سے دوسرے عہد میں داخل ہونا ہے' جہاں اس کیلئے جزا اور سزا کا فیصلہ ہوگا۔لبرل ازم کا سارا زور صرف اسی دنیا کیلئے ہی ہے۔آخرت اس کی فکر میں شامل ہی نہیں۔ اسلام کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ اسلام معاملات زندگی میں خالق کائنات کے اصول وقوانین پیش کرتا ہے۔جبکہ لبرل ازم کی بنیاد ہی مذہب سمیت ہر ضابطے اور قانون سے آزادی پر رکھی گئی ہے۔لبرل ازم اور اسلام ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے ہیں۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ معاشرے کو لبرل بنانے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے۔

ذرائع ابلاغ' ریڈیو' ٹی وی' سوشل میڈیا' اخبارات وجرائد اور فلموں کے ذریعے ثقافت کے نام پر فکر ونظر کی گمراہیاں پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مسلمانوں کی دینی اقدار اور پختہ عقائد کو بنیاد پرستی قرار دے کر نئی نسل کو اسلامی تعلیمات' عقیدے اور ایمان سے بدظن کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ نوجوان نسل اور خاص طور پر عصری تعلیمی ادارے اس کوشش کا ہدف ہیں۔ لبرل ازم کے اقدامات سے معاشرے میں بے حیائی' جنسی بے راہ روی اور مادر پدر آزادی عام ہورہی ہے۔ پاکستان میں لبرل طبقات کے بیانات کا جائزہ ایک مسلمان کی حیثیت سے لیں تو کئی تحفظات جنم لیتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ' رسول' قرآن اور اسلام کا نام لیتے ہیں' لیکن عملی زندگی میں اسلامی تعلیمات کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ سیاسی' ادبی' صحافتی اور ثقافتی حلقوں میں اثر ونفوذ رکھتے ہیں اور ذرائع ابلاغ اور حکومتی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے معاشرے کے تمام شعبوں میں لبرل ازم کو فروغ دینے کیلئے کوشاں ہیں۔

اہم اعلان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم قارئین کرام! آپ احباب کو انتہائی مسرت کے ساتھ خوش خبری دی جاتی ہے کہ تحریک کے امیر ڈاکٹر نجم الدین صاحب کی تحریر کردہ تفسیر وترجمہ ''البرہان القرآن'' اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے چھپ چکا ہے اور تحریک کے دفتر بمقام 29 B4 / ' واپڈا ٹاؤن' لاہور میں موجود ہے جو حضرات خریدنا چاہیں وہ رابطہ کریں۔ شکریہ!

رابطہ نمبران: 7339377 - 0301، 8425428 - 0300

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا حقیقی سبب

......ضیاءالرحمٰن ضیاء

پوری دنیا میں جہاں کہیں بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں، جہاں بھی انسانوں کو بے دردی سے قتل کیا جا رہا ہے، جہاں بھی دہشت گرد اور باغی گروہ دندناتے پھر رہے ہیں، جہاں بھی حکومتیں ان باغیوں کے سامنے بے بس ہیں، جہاں بھی بھوک اور افلاس کے ڈیرے ہیں، جہاں بھی انسانیت سسک رہی ہے، ان میں سے اکثر و بیشتر یا تقریباً تمام اسلامی ممالک ہیں۔ یہ تمام فتنے اور فساد اسلامی ممالک میں ہی ہیں۔ حالانکہ اس وقت دنیا میں جتنی تعداد مسلمانوں کی ہے، اس سے قبل تاریخ میں کبھی نہیں تھی اور جتنے زیادہ اسلامی ممالک ہیں اتنے پہلے کبھی نہیں تھے۔ اس وقت دنیا میں تقریباً ایک ارب 80 کروڑ (1.8 بلین) مسلمان آباد ہیں اور پچاس سے زائد ایسے ممالک ہیں جن میں مسلمان واضح اکثریت میں ہیں اور وہاں اسلامی حکومتیں قائم ہیں۔ ان میں سے پاکستان الحمدللہ ایٹمی طاقت بھی جس سے بڑے بڑے ترقی یافتہ ممالک محروم ہیں۔ اس سب کے باوجود مسلمان اتنی ذلت اور رسوائی کی زندگی گزارنے پر کیوں مجبور ہیں؟

عصر حاضر کے دانش ور اور تجزیہ کار اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں چونکہ مسلمان مادی لحاظ سے دنیا سے پیچھے ہیں۔ اس دورِ جدید میں جو ایجادات غیر مسلم اقوام نے کیں وہ مسلمان نہیں کر پائے اس لیے وہ ان سے پیچھے رہ گئے ہیں اور ذلت و رسوائی کے گڑھوں چلے جا رہے ہیں۔ ٹھیک ہے بہت سی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی ہے لیکن یہ اصل وجہ نہیں ہے کیونکہ تاریخ اسلام پر نظر دوڑائیں تو ایسے وقت بھی مسلمانوں پر گزرے ہیں

جب ان کے پاس کھانے کیلئے بھی کچھ نہیں ہوتا تھا۔ وہ بڑی بڑی طاقتوں کو زیر کر لیتے تھے جبکہ ان کے پاس پوری طرح اسلحہ اور جنگی ساز وسامان بھی نہیں تھا۔ معاشی لحاظ سے انتہائی کمزور ہوتے تھے۔ غزوۂ بدر تو یاد ہوگا جب مسلمان انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں کفار کے خلاف نکلے جو اس وقت عرب کی ایک طاقت سمجھے جاتے تھے۔ مسلمانوں کے پاس سواری کیلئے جانور نہیں تھے، جنگ کیلئے اسلحہ نہیں تھا۔ لشکر مجاہدین کی تعداد 313 تھی جن کے پاس 70 اونٹ اور 2 گھوڑے تھے، یعنی تین سو تیرہ افراد کیلئے صرف 72 جانور سواری کے تھے۔ ان کے پاس 6 زرہیں اور 8 تلواریں تھیں۔ اتنی غربت وافلاس میں یہ لشکر کفار کے ساتھ جا ٹکرایا اور اسے عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔

آج دنیا کی کون سی آسائشیں ایسی ہیں جو مسلمانوں کے پاس موجود نہیں ہیں؟ کون سا اسلحہ ایسا ہے جو مسلم ممالک نے نہیں بنایا؟ تیل کے بڑے بڑے ذخائر مسلم ممالک کے قبضے میں ہیں۔ دنیا کی دولت کا ایک بہت بڑا حصہ اسلامی ممالک بالخصوص عرب ممالک کے پاس ہے۔ اس سب کے باوجود اس پستی کی حقیقی وجہ کیا ہے؟ مسلمان کیوں ہر وقت کفار سے خوفزدہ رہتے ہیں؟ کیونکہ کفار چاروں طرف سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ہیں؟ اس کی وجہ صرف اور صرف وہی ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرما دیا تھا کہ ”قریب ہے کہ دیگر اقوام تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں“ تو کسی نہ پوچھا ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم اس وقت بہت ہو گے لیکن تم سیلاب کی جھاگ کی مانند ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں ’وہن‘ ڈال دے گا“ تو کسی نے پوچھا: اللہ کے رسول ﷺ! ’وہن‘ کیا چیز ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے“۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی محبت ہمارے دلوں میں رچ بس گئی ہے جس کی وجہ

سے ہم دین سے دور ہو چکے ہیں، ہم اپنے مرکز سے کٹ گئے ہیں نتیجتاً کفار ہم پر جرأت کرنے لگے ہیں۔ ہم اپنے اسلاف اور اپنے دین کو چھوڑ کر مغرب کے پیچھے بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ وہاں سے ہمیں دنیاوی اور مادی فائدے نظر آ رہے ہیں۔ جبکہ موت کے خوف کی وجہ سے مسلمان جہاد سے منحرف ہو کر مذمتوں پر گزارا کر رہے ہیں جس کی وجہ سے کفار کے دلوں سے مسلمانوں کا خوف نکل چکا ہے۔ حال ہی میں اگر ہم افغان طالبان کی تاریخ کو دیکھیں تو پوری حقیقت ہم پر واضح ہو جائے گی، میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا ہر شخص جانتا ہے اور اسے دیکھا سنا اور پڑھا بھی جا سکتا ہے۔ بہر حال اگر ہم دنیا میں عزت کی زندگی چاہتے ہیں اور آخرت کی کامیابی اور سرخروئی کے خواہشمند ہیں تو ہمیں واپس اپنے مرکز کی طرف آنا ہوگا۔ اہل مغرب کی ظاہری چمک دمک نے ہمیں اندھا کر دیا ہے اور ہمیں حق بات نظر نہیں آتی۔ اگر کوئی دین کی بات کرتا ہے تو ہمیں وہ قدامت پسند معلوم ہوتا ہے۔ ہم مغرب کی تقلید کیلئے کئی طرح کے دلائل دیتے ہیں جن میں ہم اکثر اللہ تعالیٰ کے واضح فرامین کو بھی چیلنج کر بیٹھتے ہیں۔ جیسے حالیہ دنوں جب خواتین کی عزتوں کی حفاظت کی بات ہوتی ہے تو دیندار لوگ خواتین کے پردے پر زور دیتے ہیں اور چند ناسمجھ اس کے خلاف دلائل دیتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ پردے کا حکم کسی مولوی کا نہیں بلکہ خود اللہ رب العزت کا ہے۔ سورۃ النور کی آیت نمبر 31 اور سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 59 کا مطالعہ کریں۔ تو جب ہم اس کے خلاف دلائل دے رہے ہوتے ہیں تو یہ نہیں سوچتے کہ ہم اللہ رب العزت کے احکامات کو چیلنج کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی اصل کی طرف لوٹ آنا چاہیے اور اپنی شاندار تاریخ پر نظر رکھتے ہوئے اس کے مطابق چلنا چاہیے۔ پھر ہمیں دنیا میں عزت و ترقی سے کوئی نہیں روک سکتا۔

آج کے مسلمان نوجوان کا مقدمہ

......مولانا زاہد الراشدی

میری اس گزارش پر بعض دوستوں کو الجھن ہوتی ہے کہ کسی کے بارے میں یک طرفہ بات نہیں کرنی چاہیے اور اگر کسی فرد یا گروہ کے بارے میں کوئی شکایت یا اعتراض ہو تو اس سے بھی پوچھ لینا چاہیے کہ تمہارا مؤقف کیا ہے؟ اس کا مؤقف از خود طے کرنے کی بجائے اس سے دریافت کرنا چاہیے اور اگر وہ کوئی وضاحت پیش کرے تو اسے یکسر مسترد کر دینے کی بجائے اس کا سنجیدگی اور انصاف کے ساتھ جائزہ لینا چاہیے۔ اس تناظر میں آج کا ایک اہم مقدمہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں جو رفتہ رفتہ دنیا کا سب سے بڑا مقدمہ بنتا جا رہا ہے اور وہ ہے اس نوجوان کا مقدمہ جو خود کو مجاہد کہتا ہے لیکن دنیا نے اسے دہشت گردی کا ٹائٹل دے رکھا ہے اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے دنیا میں ہر طرف نہ صرف طاقت کا بے دریغ استعمال ہو رہا ہے بلکہ عالمی سطح پر متحدہ محاذ قائم کر کے یہ عزم ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اس کو دنیا میں کہیں بھی زندہ رہنے کا حق نہیں دیا جائے گا۔

آج جی چاہتا ہے کہ اس مجاہد یا دہشت گرد کا مقدمہ خود اس کی زبان میں پیش کروں' خاص طور پر اس لیے بھی جب اسے اپنی پوزیشن واضح کرنے یا اپنا مؤقف اور جذبات پیش کرنے کیلئے ابلاغ اور لابنگ کا کوئی فورم میسر نہیں ہے اور میڈیا کے تمام مؤثر ذرائع کے دروازے اس کیلئے شجر ممنوعہ کا درجہ اختیار کر چکے ہیں۔ البتہ یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مؤقف سے یا اس میں سے کسی بات سے میرا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ میں اپنا مؤقف متعدد تحریروں میں بیان کر چکا ہوں اور ضرورت محسوس ہونے پر پھر بھی کسی موقع پر بیان کر سکتا ہوں۔ اس لیے آج صرف اس نوجوان کی بات کرنا چاہتا ہوں جو ہتھیار بکف ہے اور اپنے زعم میں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی' اسلام کے غلبہ' کفر و طاغوت کے خاتمہ اور قرآن و سنت کی روشنی میں عدل و انصاف کے قیام کیلئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے دنیا کے مختلف محاذوں پر صف آرا ہے۔ وہ فلسطین میں بھی ہے' عراق و شام میں بھی ہے' افغانستان میں بھی ہے' کشمیر میں بھی ہے' نائجیریا اور صومالیہ میں بھی ہے' شیشان و ترکستان میں بھی ہے اور فلپائن و اراکان میں بھی ہے۔ اسے مجاہد

کی فریاد کا عنوان دیں یا دہشت گرد کا مقدمہ کہہ لیں آپ کی مرضی ہے۔ لیکن اس کی بات ضرور سنیں اور اس پر غور بھی کریں کہ جس صورت حال سے وہ دوچار ہے اس کے اسباب و عوامل کیا ہیں اور وہ کون سے حالات ہیں جنہوں نے اسے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔

اس کا کہنا ہے کہ:

میں ایک مسلمان ہوں اور قرآن وسنت پر ایمان رکھتا ہوں۔ مجھے قرآن وسنت میں بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان معاشرے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول ﷺ کے احکامات وفرامین کی عملداری قائم ہونی چاہیے اور ایک مسلمان حکومت کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ میں قرآن وحدیث کو کسی دینی مدرسہ میں پڑھوں، کالج اور یونیورسٹی میں اس کی سہولت میسر آ جائے، یا قرآن وسنت کی تعلیمات تک رسائی کا کوئی اور ذریعہ مل جائے، احکام وقوانین اور نظام کے حوالہ سے قرآن وسنت کی تصریحات میں مجھے کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا اور دنیا میں کہیں بھی چلا جاؤں ان کے معنی ومفہوم میں یکسانیت ہی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن جب عملاً دیکھتا ہوں تو مجھے یہ عملداری کسی مسلمان معاشرے میں نظر نہیں آتی اور کوئی مسلمان حکومت اس کیلئے تیار دکھائی نہیں دیتی۔ مجھے بتایا جاتا ہے کہ مسلمان حکومتیں اس وجہ سے اس کیلئے تیار نہیں ہیں کہ آج کا عالمی نظام ان کو اس کی اجازت نہیں دیتا اور مروجہ بین الاقوامی سسٹم اور معاہدات میں اس کی گنجائش موجود نہیں ہے۔ میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ دنیا کے ہر ملک میں عوام کو یہ حق دیا گیا ہے کہ ان کی اکثریت اپنے وطن کیلئے جس نظام کو پسند کرے اور جن احکام وقوانین کو نافذ کرنا چاہے، انہیں اس کا حق حاصل ہے۔ لیکن کسی مسلمان ملک کا یہ حق تسلیم نہیں کیا جا رہا کہ اس کے عوام کی اکثریت خود اپنے ملک میں اپنے دین ومذہب کے احکام وقوانین کا نفاذ کر سکے۔ دنیا نے دیکھا ہے کہ الجزائر اور مصر میں عوام کے اکثریتی فیصلوں کو مسترد کر کے ان پر آمریت مسلط کر دی گئی ہے اور پاکستان کے عوام کی اکثریت اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے نفاذ اسلام کا دستوری حق حاصل کرنے کے باوجود اس سے محروم ہے، بلکہ سیکولر عالمی فورمز پاکستانی عوام کے منتخب نمائندوں کے طے کردہ اس دستور کو ختم کرانے کے درپے ہیں۔

یہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ دو مسلمان ملکوں انڈونیشیا اور سوڈان کی تقسیم ہوئی ہے اور غیر مسلم مسیحی آبادی کو اکثریتی مسلم آبادی سے الگ کرنے کے لیے اقوام متحدہ کے ذریعہ ریفرنڈم کروا کر ان کی الگ ریاستیں قائم کر دی گئی ہیں۔ لیکن کشمیر میں اقوام متحدہ کے باضابطہ فیصلہ کے باوجود اس ریفرنڈم

سے عمداً گریز کیا جا رہا ہے اور اس سلسلہ میں بین الاقوامی معاہدات اور جنرل اسمبلی کی قراردادیں عالمی استعمار کے سامنے بے بسی کی تصویر بنی ہوئی ہیں۔

فلسطین میں وہاں کی قدیمی آبادی کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے میں اسے بھول نہیں سکتا۔ اسرائیل گزشتہ نصف صدی سے امریکا اور یورپ کی سرپرستی بلکہ پشت پناہی سے مظلوم فلسطینیوں پر ظلم و ستم کا جو بازار گرم رکھے ہوئے ہے اس سے عالمی امن کے چودھریوں نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ اور خاموشی کے ساتھ یہ انتظار جاری ہے کہ آہستہ آہستہ فلسطینیوں کی قوت مزاحمت بلکہ ان کا وجود بھی ختم ہو جائے تاکہ پورے مشرق وسطیٰ پر اسرائیل کی چودھراہٹ مسلط کرنے اور مسلمانوں کے قبلہ اول مسجد اقصیٰ کے بارے میں عالمی استعمار کے ایجنڈے کو مکمل کرنے کی راہ ہموار ہو۔

مجھے یہ کہا جا رہا ہے کہ فلسطین ہزاروں سال قبل یہودیوں کا وطن تھا اس لیے اس زمین پر ان کا حق ہے لیکن کوئی یہ بتانے کیلئے تیار نہیں ہے کہ اندلس پر مسلمانوں نے کئی صدیاں حکومت کی ہے، وہاں ان کا حق کیوں نہیں ہے اور بنگلا دیش کے پڑوس میں اراکان پر صدیوں مسلمانوں کی حکومت رہی ہے، آج بھی اس پٹی میں مسلم آبادی اکثریت میں ہے، لیکن انہیں وہاں کا باشندہ تسلیم نہیں کیا جا رہا اور انہیں بے وطن کرنے کیلئے قتل و غارت اور ریاستی دہشت گردی کا عذاب ان پر مسلط کیا گیا ہے اس پر اقوام متحدہ زبانی جمع خرچ سے آگے کیوں نہیں بڑھ رہی؟

افغانستان میں روسی استعمار کے تسلط کے خلاف جہاد شروع ہوا تو اس میں میری شرکت کو سراہا گیا۔ مجھے مجاہد قرار دیا گیا، میری حمایت و امداد کیلئے پوری دنیا ایک طرف ہو گئی اور مجھے حریت پسند اور فریڈم فائٹر کے خطابات سے نوازا گیا، لیکن میں نے اسی افغانستان میں امریکی فوجوں کی آمد اور تسلط کے خلاف ہتھیار اٹھائے تو مجھے دہشت گرد قرار دے دیا گیا ہے اور میں دنیا کا سب سے بڑا مجرم قرار پا گیا ہوں۔ مجھے بتایا گیا کہ افغانستان میں روسی افواج کی آمد جارحیت تھی اور اس کے خلاف مسلح مزاحمت جہاد تھا۔ لیکن مشرقِ وسطیٰ میں تیل کے چشموں پر اسرائیل کے جبر و تشدد کے تحفظ و دفاع میں امریکا اور اس کے اتحادیوں کی فوجوں کی موجودگی جارحیت کیوں نہیں ہے؟ مجھے اس سوال کا جواب نہیں دیا جا رہا، صرف یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ فوجیں اس خطہ کی حکومتوں کی دعوت پر آئی ہیں جبکہ تاریخ بتاتی ہے کہ افغانستان میں روسی افواج کی آمد بھی اس وقت کے افغان حکمران حفیظ اللہ امین کی باقاعدہ دعوت پر معاہدہ کے تحت ہوئی

تھی۔

میرا عقیدہ ہے اور صرف میرا عقیدہ نہیں بلکہ مسلمانوں کے تمام فقہی مذاہب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ''خلافتِ اسلامیہ'' کا قیام ملت اسلامیہ کا اجتماعی دینی فریضہ ہے جبکہ عملی صورت حال یہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں اسلامی خلافت یا امارت کے قیام کو برداشت نہیں کیا جا رہا۔ عالمی لیڈر برملا کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو خلافت قائم نہیں کرنے دیں گے۔

میرا مقدمہ سادہ سا ہے کہ:

مسلمان ممالک میں غیر ملکی مداخلت کا سلسلہ بند کر کے ان کے عوام کو اپنے نظام وقوانین کے بارے میں خود فیصلہ کرنے کا حق دیا جائے اور ان کے اجتماعی فیصلوں کو مسترد کرنے کا مکروہ سلسلہ ختم کیا جائے۔ عالمی لیڈر اور حکومتیں اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف بین الاقوامی معاہدات کی آڑ میں محاذ آرائی ختم کر کے مسلمانوں کے دین اور ثقافت کا احترام کریں اور طاقت کے زور پر مسلم ممالک میں مغربی فلسفہ وتہذیب کو مسلط کرنے سے باز آ جائیں فلسطین، کشمیر، اراکان اور دیگر ایسے مظلوم خطوں کے مسلمانوں کو ان کے مسلمہ حقوق دلوانے کا اہتمام کیا جائے اور منافقت کا سلسلہ ترک کر کے انہیں عملاً انصاف مہیا کیا جائے۔ عراق اور افغانستان سے غیر ملکی فوجیں واپس بلائی جائیں اور مشرقِ وسطیٰ کے عوام وممالک کو آپس میں لڑانے کی مذموم اور شرمناک سازش سے باز رہا جائے۔ مسلمان حکومتیں مغربی استعمار کی کاسہ لیسی ترک کر کے ملت اسلامیہ کے اجتماعی ضمیر اور جذبات کے مطابق اپنی خود مختاری بحال کریں اور ملی حمیت و غیرت کا مظاہرہ کریں۔ خلافت اسلامیہ کا قیام ملت اسلامیہ کا اجتماعی دینی فریضہ ہے اور اس وقت پوری امت اس شرعی فریضہ کی تارک اور گنہگار ہے۔ اس پر توبہ واستغفار کا اہتمام کیا جائے اور خلافت اسلامیہ کے عملی قیام کی طرف موجودہ حالات کی روشنی میں پیش رفت کی جائے۔ مسلمان حکومتیں اور سیاسی قیادتیں اگر اس ایجنڈے پر سنجیدہ ہو جائیں اور عملاً بھی کچھ کریں تو مجھے ہتھیار اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن اگر مسلمان حکومتیں بھی کچھ نہ کریں، مسلم ممالک کے عوام کے جمہوری فیصلوں کو بھی قوت کے بل پر سبوتاژ کیا جاتا رہے، اسلام اور اسلامی عقائد و روایات کے خلاف ثقافتی یلغار بھی دن بدن بڑھتی رہے، اور مسلمانوں کی سیاسی قیادتیں بھی ''اسٹیٹس کو'' پر قناعت کر کے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہیں تو پھر مجھے بتایا جائے کہ کیا میں بھی اس مؤقف اور ایجنڈے سے دست بردار ہو جاؤں؟؟

ہماری دیگر تصانیف

قیمت	مصنف	نام کتاب
50روپے	چودھری رحمت علی	کتاب خلافت (پہلا ایڈیشن)
250روپے	چودھری رحمت علی	کتاب خلافت (دوسرا ایڈیشن)
50روپے	چودھری رحمت علی	جواز خلافت (اسلام انسانیت کا دین ہے)
50روپے	چودھری رحمت علی	خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل (کتابی شکل)
15روپے	چودھری رحمت علی	اسلام پر کیا گزری؟
20روپے	چودھری رحمت علی	شہادت علی الناس۔ ہمارا فرضِ منصبی
15روپے	پروفیسر عبدالجبار شاکر	خلافت راشدہ
20روپے	چودھری رحمت علی	عصرِ حاضر کے مسلمان اور اسلام
125روپے	مہندس محمد اکرم خان سوری	قرار دِ مقاصد میں وائرس
50روپے	ڈاکٹر نجم الدین	انسانیت کا دین؟ جمہوریت یا خلافت
250روپے	ڈاکٹر نجم الدین	الہ العالمین اور انسان

نوٹ:۔ پورا سیٹ -/800 روپے میں مہیا کر دیا جائے گا۔ ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ

"سبق پھر پڑھ" کی جلدیں

جلد پنجم	جنوری 2005 تا دسمبر 2006
جلد ششم	جنوری 2007 تا دسمبر 2008
جلد ہفتم	جنوری 2009 تا دسمبر 2010
جلد ہشتم	جنوری 2011 تا دسمبر 2012
جلد نہم	جنوری 2013 تا دسمبر 2014
جلد دہم	جنوری 2015 تا دسمبر 2016

قیمت فی جلد -/250 روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ملنے کا پتہ: دارُالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور۔ فون 8425428 - 0300

ریاستِ مدینہ

حکومتِ وقت کی آج ریاستِ مدینہ کی طرز کی ریاست مسلمانانِ پاکستان بلکہ مسلمانانِ عالم کیلئے ایسی خوش کن صدائے سکون ہے کہ جس کی ٹھنڈک فرشتے بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی خواہش کو وہ روح بھی محسوس کرتے ہونگے جو اللہ کے ہاں چلے گئے اس لیے کہ پاکستان کا وجود ہی اس غرض کیلئے معرضِ وجود میں آیا تھا۔ دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ ایک ایسی اسلامی ریاست کو معرضِ وجود میں لایا جائے گا جو قرآن وسنت کے کام کو بطور نمونہ کا پتہ دے گی۔

شاید یہ حقیقت ہمارے ذہن میں نہیں سماتی کہ ایسی ریاست صرف ایک ہی صورت میں وجود پذیر ہوسکتی ہے کہ انسان ساختہ آئین جو ہمارے ہاں اس وقت ہے کی بجائے قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنایا جائے۔ دورِ نبوت میں بھی مدینہ میں ایسی ریاست کبھی معرضِ وجود میں نہ آتی اگر 73ء کی طرح کا انسان ساختہ آئین بروئے کار لایا جاتا۔ دراصل مدینہ طرز کی ریاست کا نام لینے سے پہلے یہ اعلان ہونا چاہیے تھا کہ ہمارے ہاں مملکتِ عزیز میں قرآن وسنت بلکہ قرآن ہی آئینِ مملکت ہوگا کیونکہ قرآن میں خود سنت شامل ہے۔ اور تو اور محمد علی جناحؒ سے جب آئینِ پاکستان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں آئین چودہ سو سال پہلے کا یعنی قرآنِ مجید ہے۔ سخت غلطی پر ہے وہ جو ہمارے ہاں موجودہ یعنی اللہ ساختہ آئین کی بجائے انسان ساختہ آئین سے مدینہ کی سی ریاست قائم کرنے کی امید رکھے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر تا قیامت ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ سو بات کی ایک بات ہے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر مدینہ کی سی ریاست کو معرضِ وجود میں لانے کی خواہش ایسے ہی ہے جیسے کہ وضو کیے بغیر نماز کا ادا کرنا۔

الداعی الی الخیر:
تحریکِ عظمتِ اسلام دارالسلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-8425428, 0321-4114584